رمضان المبارک___ تقویٰ، تشکّر، تکبیر اور احتساب کا مہینہ

ڈاکٹر انیس احمد

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لیے نعمتوں اور انعامات کا شمار ممکن نہیں لیکن اللہ کی ان نعمتوں میں رمضان المبارک کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مہینے کا انتظار رہتا تھا اور اس کا وہ جس شوق کے ساتھ استقبال کرتے تھے، اس کا احساس اور ذکر خود ایمان افروز اور اس انعامِ الٰہی کی قدرومنزلت کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اُٹھانے کے لیے مہمیز کا کام کرتا ہے۔ آپؐ رجب کا چاند دیکھتے تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبلغنا رَمَضَانَ، اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دے۔

اور پھر جب رمضان کا چاند نظر آ جاتا تو لسان نبویؐ سے یہ الفاظ گوہر بن کر ضوفشاں ہوتے:

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ (بخاری) اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن و ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو ایک خطبہ دیا جس میں رمضان کے بابرکت مہینے کے استقبال کے لیے ہمیں اس طرح تیار فرمایا:

اے لوگو! بہت بڑی عظمت اور بابرکت والا مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس

مبارک مہینے کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے اس مہینے کے روزے تم پر فرض کیے ہیں، اور رات کے قیام (مسنون تراویح) کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں دل کی خوشی سے ایک نیکی کا کام کرے گا اس کو دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا، اور جو شخص اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے مہینوں کے ۷۰ فرضوں کے برابر ثواب بخشے گا۔ یہ 'صبر' کا مہینہ ہے، صبر کا اجر جنت ہے اور یہ غریبوں کی مالی ہمدردی اور امداد کا مہینہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

رمضان کی برکتوں کا ذکر فرماتے ہوئے آپؐ نے اس خطبے میں روزے کے دو اہم پہلوؤں کو اُجاگر فرمایا ہے جو روزے کی روح اور مقصد کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، یعنی صبر کا مہینہ اور مواساۃ کا مہینہ، یعنی غریبوں اور دوسرے انسانوں کے لیے مالی ہمدردی اور امداد کا مہینہ۔ صبر کا تعلق خواہشات اور جذبات پر قابو کی صلاحیت پیدا کرکے اور رب کی اطاعت اور حق کی راہ میں ثابت قدمی سے ہے، اور مواساۃ کا تعلق دوسرے انسانوں کے لیے رحمت اور اخوت کے جذبات کو پروان چڑھا کر ایک دوسرے کے لیے سہارا بننے اور انسانی معاشرے کو محبت، تعاون اور سلامتی کا گہوارا بنانے سے ہے۔ قرآن کی تعلیمات کا خلاصہ اللہ کی اطاعت اور اللہ کے بندوں کے لیے رحمت کی صفات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

روزے کے باب میں قرآن نے تین چیزوں کی طرف خصوصیت سے ہمیں متوجہ کیا ہے:

- لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ، تاکہ ہم صاحبِ تقویٰ بن جائیں۔
- لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ، تاکہ تم اپنے رب کا شکر ادا کرو۔ اس کی اس نعمت پر کہ اس نے تم کو قرآن سے جو عطیہ فرقان وہدایت ہے، نوازا اور اس مہینے میں اس کا نزول شروع ہوا۔
- لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ، تاکہ تم اس انعام خداوندی اور عطاے ہدایت ربانی پر اللہ کی کبریائی بیان کرو اور قرآن کے پیغام کو پھیلا اور بلند کرکے اس انعام کا شکر ادا کرو۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک مہینے سے فائدہ اُٹھانے کا مؤثر ترین نسخہ اس طرح بیان فرمایا: ''جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے

تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے''۔

یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک مہینے کو نیکیوں کی فصلِ بہار قرار دیا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام خاص ہے کہ پاکستان کا قیام اس مبارک مہینے میں بلکہ ۲۷ رمضان المبارک کو ہوا اور اس سال بھی ۱۱ مئی کے انتخابات کے بعد یہ مبارک مہینہ ہم پر سایہ فگن ہو رہا ہے۔ آیئے رمضان المبارک کے نعمت خداوندی ہونے کے مختلف پہلوؤں پر غور کریں اور پھر اس مبارک مہینے میں اپنے، اپنے ملک اور اُمت مسلمہ کے حالات پر ایمان اور احتساب کے ساتھ نظر ڈالنے کی کوشش کریں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں اپنی ذاتی زندگیوں میں بھی اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی توفیق سے نوازے اور پاکستان، اُمت مسلمہ اور تحریکِ اسلامی کو بھی ان اخلاقی، مادی اور اجتماعی قوتوں کے حصول کی سعادت سے فیض یاب کرے جو دورِ حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کو درپیش چیلنجوں کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کے لائق بنائیں۔

روزہ اسلام کے نظامِ تربیت واصلاح کا ایک بنیادی رکن ہے۔ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام کے نظامِ تربیت میں عبادات اور معاملات کے ذریعے نہ صرف فرد، بلکہ معاشرے اور پوری انسانیت کے لیے کرنے کے ایسے کام فرض کیے ہیں جن میں سے ہر ایک اس نظامِ تربیت کو قوت اور سہارا دیتا ہے۔ روزے کے بارے میں جامع تعریف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے یوں فرمائی ہے: ''روزہ سال بھر میں ایک مہینے کا غیر معمولی نظامِ تربیت (special training course) ہے جو آدمی کو تقریباً ۷۲۰ گھنٹے تک مسلسل اپنے مضبوط ڈسپلن کے شکنجے میں کسے رکھتا ہے تاکہ روزانہ کی معمولی تربیت میں جو اثرات خفیف تھے وہ شدید ہوجائیں'' (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۶۷)۔ اسی پہلو کو کچھ مختلف الفاظ میں محترم مولانا یوں فرماتے ہیں: ''نہ صرف روزہ بلکہ تمام عبادات کی غرض یہی ہے کہ ان کے ذریعے آدمی کی تربیت کی جائے اور اس کو اس قابل بنا دیا جائے کہ اس کی پوری زندگی اللہ کی عبادت بن جائے'' (خطبات، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۱۹)۔ گویا عبادات انسان کے مقصد وجود کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥ (الذاریات ۵۱:۵۶)

’’میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا اسی لیے کیا ہے کہ وہ میری عبادت و بندگی کریں‘‘۔

ایک بنیادی فرق روزے اور دیگر عبادات میں یہ ہے کہ ان کی ادایگی ایک قابلِ محسوس شکل رکھتی ہے، جب کہ روزہ ایک ایسی مخفی عبادت ہے جسے صرف وہ جس کی عبادت کی جارہی ہے، جانتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ابن آدم کا ہر (نیک) عمل کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ ایک نیکی ۱۰ نیکیوں کے برابر، حتیٰ کہ ۷۰۰ گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے سوائے روزے کے جو صرف میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا کیونکہ وہ میری وجہ سے اپنی شہوت اور اپنے کھانے کو چھوڑتا ہے۔(مسلم، حدیث ۱۱۵۱)

یہ دوسروں کو نہ نظر آنے والی عبادت اثرات و نتائج کے اعتبار سے صحیح معنی میں جہادِ اصغر کہی جاسکتی ہے، کیونکہ اس میں نفس میں پائی جانے والی اور مخفی بغاوت (طاغوت) اور انانیت (شیطان) جو ایک انتہائی بھلے اور راست باز انسان کو وقتی طور پر اپنے قابو میں لے آتی ہے، اس کو پورے ایک ماہ کے لیے ایک نظر نہ آنے والے قید خانے کی سنگین سلاخوں کے پیچھے بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا جاتا ہے۔ رسولِ کریمؐ نے فرمایا: تمھارے پاس رمضان کا مہینہ آ پہنچا۔ یہ بابرکت مہینہ ہے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض فرمائے، اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور اس میں شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں۔(سنن نسائی، حدیث ۲۱۰۶، بخاری، حدیث ۳۲۷۷)

عام دنوں میں شیطانی وساوس مومن کو بہت سے نیک کاموں سے روکنے کے لیے نئی نئی شکلوں میں مزاحم ہوتے ہیں لیکن رمضان ایسا موسمِ بہار لے کر آتا ہے جس میں فضا بھلائیوں کے لیے سازگار اور بُرائیوں کے لیے سدِ راہ بن جاتی ہے۔ روزہ ایک ڈھال بن کر آتا ہے۔ اس لیے اگر کسی روزہ دار کو کوئی شخص جھگڑے پر آمادہ کرنا چاہے تو وہ صرف یہ کہہ کر الگ ہوجاتا ہے کہ ’’میں روزے سے ہوں‘‘۔(بخاری، حدیث ۱۹۰۴، مسلم، حدیث ۲۷۶۰)

یہ ہمت، یہ اعتماد اور یہ حوصلہ کہ ایک دھمکی کا جواب ہاتھ سے دینے کی صلاحیت ہو اور پھر بھی صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا جائے میں روزے سے ہوں، صرف ایسی صورت حال ہی میں ہوسکتا ہے جب ایک شخص کو یہ شعور اور آگہی ہو کہ وہ ایسے نظامِ تربیت سے گزر رہا ہے جس میں ہر نفسیاتی

ردعمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے تابع ہو۔ یہ ضبطِ نفس صرف اور صرف رمضان ہی کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس ماہ کی برکات اور اس عبادت کے ذریعے اپنی شخصیت و سیرت میں انقلابی تبدیلی کا عمل ہم اسی وقت کر سکتے ہیں جب چند باتوں سے اجتناب کیا جائے اور ایسے عمل کو وظیفۂ حیات بنالیا جائے جو رمضان کے دوران اور اس کے بعد ہمارے ہر سانس، ہر قدم، ہر خیال، ہر منصوبے اور ہر ارادے کو صحیح رُخ اور معنی دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جن چیزوں سے بچنے اور اجتناب کرنے سے یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے انھیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے لیکن تعداد میں کم ہونے کے باوجود ان سے بچنے کے لیے مضبوط عزم اور اللہ تعالیٰ کے آنکھوں کے سامنے ہونے کا تصور ضروری ہے۔ ان میں جنسی لذت کی نیت سے قربت، غذا، پانی، جھوٹ اور جاہلیت کے دور میں کی جانے والی عادات شامل ہیں۔ ''جو شخص جھوٹ بولنے، اس کو پھیلانے اور جہالت کی باتوں کو ترک نہیں کرتا تو اللہ رب العزت کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنے کھانے پینے کو ترک کرے'' (بخاری، حدیث ۱۹۰۳)۔ خصوصاً زبان کی احتیاط کہ کوئی فحش بات نہ ہونے پائے۔

یہ نظامِ تربیت جن مطلوبہ صفات کو جلا بخشتا ہے ان میں سرفہرست تقویٰ کی روش ہے (البقرہ ۲: ۱۸۳)۔ دوسری صفت صبر، یعنی ایک جانب اپنے آپ کو نفس کے مطالبات سے روکنا اور دوسری جانب مثبت اور تعمیری پہلو سے بھلائی، قیامِ حق اور نظامِ عدل کے قیام، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی کے نظام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کو استقامت کے ساتھ کرتے ہوئے اس پر جم جانا ہے۔ ''صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا'' (الزمر ۳۹:۱۱)۔ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ (مشکوٰۃ عن سلمان الفارسیؓ)۔ تیسری مطلوبہ صفت حاجت مندوں اور معاشرے کے غریب افراد کے ساتھ ہمدردی کی صفت کا پیدا کرنا ہے۔...... وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ (مشکوٰۃ عن سلمان الفارسیؓ)۔ یہ ہمدردی مالی بھی ہوسکتی ہے، غذا فراہم کر کے، لباس دے کر، حتیٰ کہ ایک ملازم پر سے اس کا بوجھ کم کرنے کی شکل میں بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اس مہینے میں غیر معمولی طور پر آپؐ کی جود و سخاوت بارش لانے والی ہواؤں کو مات کر دیتی تھی (متفق علیہ)۔ اس دوران آپؐ سے جو کچھ مانگا جاتا آپؐ انکار نہیں فرماتے تھے۔ (مسند احمد)

رمضان اور احتساب

ان اعلیٰ صفات کو پیدا کرنے کی تربیت کے ساتھ ساتھ یہ مہینہ ایک اور اہم پیغام بھی لے کر آتا ہے جو تمام عبادات اور معاملات کے مغز کی حیثیت رکھتا ہے، یعنی جو بھلائی بھی کی جارہی ہے یا جس کے کرنے کی تربیت حاصل کی جارہی ہے اس کا محرک اصل میں کیا ہے۔ صادق الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کی نیت سے رکھے تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے گئے'' (بخاری، حدیث ۱۹۰۱، مسلم، حدیث ۱۷۵)۔ اگر غور کیا جائے تو یہ جامع قولِ حق وصداقت، یعنی ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے کا رکھنا روزے کی روح ہے اور رمضان سے قبل پیش آنے والے تمام معاملات پر غور کرنے کی دعوت۔ ان کا تجزیہ کرکے اپنی کمزوریوں کو طاقت میں بدلنے کی تربیت ہے۔ اس سلسلے میں وہ حدیث بھی ہمارے سامنے رہنی چاہیے جس میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ''قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے آدمی نہیں ہٹ سکتا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں حساب نہیں لے لیا جاتا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ عمر کن مشاغل میں گزاری، دین کا علم حاصل کیا تو اس پر کہاں تک عمل کیا، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، جسم کو کس کام میں گھلایا۔ (ترمذی، عن ابی برزۃ الاسلمی)

حضرت عمرؓ کے مشہور قول حاسبوا قبل ان تحاسبوا ''احتساب کرو، قبل اس کے احتساب کیا جائے'' اور رمضان کے روزے احتساب کے ساتھ رکھنے والی حدیث مبارکہ کی اہمیت تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کے لیے غیرمعمولی ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس احتساب کے مختلف پہلوؤں پر اپنے ذہن کو تازہ کرتے ہوئے اس نسخۂ کیمیا کے ذریعے اپنی تمام بھول چوک کے لیے اس مبارک مہینے کے روز وشب میں رب کریم سے خصوصی استغفار، استعانت ونصرت کی طلب کے ساتھ کیا جائے، تاکہ بھول اور لغزش فیصلے کی ہو، ذاتی طور پر ذمہ داریوں کی ادایگی میں ہو، انفاق فی سبیل اللہ میں کی گئی ہو، اپنی صلاحیتوں کو وقت پر استعمال نہ کرنے کی ہو، صحیح منصوبہ بندی نہ کرنے کی ہو یا پورے خلوص کے ساتھ ایک ایسا رویہ اختیار کرنے کی ہو جس کی توقع ایک داعی سے نہیں کی جاتی، کے اثرات نہ ہوں۔ غرض کہ ضرورت ہے کہ ماضی کے ہر ہر عمل کے بارے میں خود احتسابی اور دیانت و امانت اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اس رمضان کا استقبال

کیا جائے۔

اس احتسابی عمل کا آغاز، ایک کارکن ہو یا ذمہ دار، اسے اوّلاً اپنے آپ سے سوال کرنا ہوگا کہ دعوتِ دین اور اقامتِ دین کی مہم میں چاہے وہ انتخابی مہم میں حصہ لینے کی شکل میں ہو، کیا وہ فرائض کی ادایگی میں چاق چوبند رہا، یا اپنے خیال میں ایک بھلائی کے کام میں مصروف ہونے کے عذر نے اسے نمازوں میں سستی پر آمادہ کر دیا؟ کیا اس کی زبان سے اس کا پڑوسی، حتیٰ کہ اس کا نظریاتی اور سیاسی مخالف محفوظ رہا اور اُس نے حق کا اظہار اس طرح کیا جیسے کہ قرآن نے سنتِ رسولؐ کا تذکرہ کیا ہے کہ ''دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمھارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمھاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے شفیق اور رحیم ہے''۔(التوبہ ۹:۱۲۸)

داعی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا قول، قولِ لیّن ہو، اس کا میٹھا بول دل اور روح میں جاگزیں ہوجائے (طٰہٰ ۲۰:۴۴)۔ وہ مخالف کی تلخ کلامی، الزام تراشی، درشتی، غرض ہر ہر غلط بات کا جواب مخالف کی زبان میں نہ دے بلکہ حکمت سے دے جس طرح ایک داعی کی زبان اظہار کرتی ہے۔ ''اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور اے نبیؐ نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں۔ اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اُکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے''۔(حم السجدہ ۴۱:۳۳-۳۶)

ان اہم قرآنی ہدایات کی روشنی میں اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص ذاتی طور پر اپنا احتساب کرے اور اس کے ساتھ ہر مسلمان، ہر پاکستانی اور تحریکِ اسلامی کا ہر کارکن موجودہ حالات کے تناظر میں اپنا، اپنے رویوں اور احساسات، اپنے مقاصد، اہداف اور سرگرمیوں کو، اور جو عہد اس نے اپنے اللہ سے کیا ہے اس کی روشنی میں احتساب کے ساتھ عزمِ نو کا عہد کرے، تاکہ رمضان کی برکتوں سے وہ خود بھی فیض یاب ہو اور ملک وملت اور تحریک ودعوت کو بھی

قوت حاصل ہو۔ یہ جائزہ جہاں دنیا، اُمت اور پاکستان کے عمومی حالات کی روشنی میں لیا جانا چاہیے وہیں خود تحریکِ اسلامی اس وقت جس مرحلے سے گزر رہی ہے اور حال ہی میں ملک گیر انتخابی معرکے نے جو نئے چیلنج اُبھارے ہیں ان کو سامنے رکھ کر یہ کام کیا جائے۔

ہم نے بات کا آغاز اس حدیث مبارکہ سے کیا تھا جس میں ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزوں کو رکھنے کی برکت، یعنی اللہ کی طرف سے مغفرت کا تذکرہ ہے۔ کسی بھی رابطہ عوام مہم میں جو مراحل پیش آتے ہیں وہ تحریک اسلامی کے کارکنوں تک محدود نہیں ہیں، بلکہ کسی بھی نظریاتی گروہ کو پیش آسکتے ہیں۔ ان میں سے چند پر غور کرنے کی ضرورت ہے:

۱- وسیع پیمانے پر عوامی رابطہ مہم کا مقصد: اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مہم کا مقصد کیا صرف حصولِ اقتدار تھا یا رضاے الٰہی کا حصول اور دین کے قیام کے لیے **سلطہ** کا حصول۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا o (بنی اسرائیل ۱۷:۸۰) ”اور دعا کرو کہ پروردگار مجھ کو جہاں بھی تو لے جا (مکہ سے مدینہ منورہ) سچائی کے ساتھ لے جا، اور جہاں کہیں سے بھی نکال (مکہ مکرمہ سے) سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے“۔

اقامت دین کی جدوجہد میں اقتدار بذاتِ خود نہ کبھی مقصود تھا نہ ہوسکتا ہے بلکہ یہ دین کے نفاذ کا تشریعی ذریعہ ہے۔ قرآن کریم کے تمام احکامات کا نفاذ اسی ذریعے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسلامی رفاہی اصولوں کا نفاذ ہو، یا زکوٰۃ کا نظام ہو یا نماز کا یا حج کا، ابلاغِ عامہ کے برقی ذرائع سے حیا، سچائی، عدل و انصاف کے اصولوں کی تعلیم دینا ہو، یا تعلیم گاہ میں جدید علوم کی آگاہی، یا جداگانہ نظامِ تعلیم ہو، یا عدالتوں میں سچے، جری اور متقی قاضیوں کا تقرر ہو۔ اسی طرح اسلامی تعزیرات کا نفاذ ہو یا حدود پر عمل، ہر ایک کے نفاذ کے لیے سلطہ، اقتدار کا حصول دینی مطالبہ ہے جو نصوص قرآنی کی بنا پر قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہے۔ رمضان مطالبہ کرتا ہے کہ اس فریضے کی ادایگی کے حوالے سے ذاتی اور اجتماعی احتساب کیا جائے کہ رابطہ عوام مہم میں کہیں ذات اور قریب المیعاد مقاصد تو نہیں آگئے؟ کیا یہ صرف اور صرف ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے برپا کی گئی؟

۲- مخاطب کی نفسیات و مسائل کا اِدراک: کیا عوامی مہم میں اس بات کو پیش نظر

رکھا گیا کہ جن عوام الناس کو افہام و تفہیم کی جارہی ہے ان کے بنیادی مسائل ــــــ بے روزگاری، تعلیم کا نہ ہونا، صاف پانی کا میسر نہ ہونا، جان مال اور عزت کا تحفظ نہ پایا جانا، ملک میں گرانی کی آفت کا پایا جانا، صحت اور زندگی کی سہولیات کا نہ پایا جانا، صنعت کاروں کا بجلی کی عدم موجودگی کے سبب کاروبار میں خسارہ اور عوام کا گرمی اور سردی دونوں میں پریشان ہونا ــــــ کیا اِن مسائل کے قابلِ عمل حل عوام کے سامنے پیش کیے گئے اور انھیں اپنے ساتھ شامل کیا گیا یا ملاقاتوں اور اجتماعات میں نظری گفتگو اور حالات کی صرف منفی تصویر سامنے پیش کی گئی۔ اسلام اُمید کا نام ہے۔ نصرتِ الٰہی پر یقین کے ساتھ بہترین نتائج کی بشارت اور ان کے لیے کوشاں ہونے کا نام ہے۔ کیا ہم لوگوں میں اُمید اور حالات کے قابلِ تبدیل ہونے کا احساس پیدا کرسکے۔ کیا ملک کے عوام اور نوجوانوں پر طاری مایوسی کو ہم نے ایک الگ، مثبت اور قابلِ عمل منصوبہ پیش کر کے دُور کیا یا ہم بھی منفی اور غیر تعمیری تنقید کے دائرے میں گھومتے رہے۔

۳- **مخالفین سے رویہ:** کیا اس مہم کے دوران ہم نے مختلف الخیال افراد تک پہنچ کر انھیں حکمت، موعظہ حسنہ اور اپنی نرم گفتاری سے اپنے سے قریب کیا یا انھیں مخالف اور محارب کے خانے میں دھکیل دیا۔ قرآن کریم ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ کل تک جو ہمارا دشمن تھا ہم اسے اپنی بھلائی سے **ولی حمیم** میں تبدیل کرنے کی حکمت عملی وضع کریں، اور پھر احتساب کریں کہ اللہ کی نصرت سے ہم کتنے مخالفین کو غیر جانب دار کرسکے۔ کتنے افراد کو تحریک کے ماحول میں لاسکے اور کتنے ہمدردوں کو سرگرم کارکن بناسکے۔ اگر رابطہ عوام مہموں میں ایک ایک کارکن صرف تین ایسے افراد سے رابطے قائم کرے، جن میں سے ایک مخالف کو ہم خیال، ایک لاتعلق کو متعلق اور ایک متعلق کو کارکن بنانے کی حکمت عملی پر عمل ہو، تو پانچ نہیں ایک سال میں تحریک سے وابستہ افراد میں تین گنا اضافہ ہوسکتا ہے، اور اس طرح دعوتِ دین وسیع تر حلقے تک پہنچانے میں اپنا فرض ادا کرسکتے ہیں۔

۴- **اپنے گھر کی فکر:** اس پہلو سے بھی احتساب کی ضرورت ہے کہ ہم نے دعوت کی اشاعت کے لیے جن جن محاذوں پر کام کیا، کیا ان میں گھر بھی شامل رہا، اور اگر شامل رہا ہے تو کس حد تک ابلاغی خلا (communication gap) دُور کیا جاسکا۔ عام مشاہدہ ہے کہ نظریاتی طور پر بچوں پر اثرات کے باوجود بعض گھروں میں عوامی مہم ہو یا انتخابات کا معاملہ، والدین اور

بچوں کے فیصلے حالیہ انتخابات میں یکساں نہیں رہے۔ اس میں جہاں یہ پہلو مثبت ہے کہ بچوں نے اپنی آزادیِ راے کا استعمال کیا، لیکن کیا انھیں اچھے انداز میں ان کے فیصلے کے اثرات سے آگاہ کیا گیا؟

۵- نوجوان قیادت: تحریکاتِ اسلامی کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ عصرِ حاضر میں اسلامی تحریکات کے قائدین نے عمر کے جس مرحلے میں عوامی رابطے کا آغاز کیا وہ خود ان کا بھی دورِ جوانی تھا جس کی بنا پر نوجوانوں کو متحرک کرنے اور attract کرنے میں انھیں آسانی ہوئی۔ اس بات پر غور کرنے اور تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ عوامی رابطے میں جن افراد کو اُمیدوار نامزد کیا گیا، کیا وہ نوجوانوں کو اپیل کرنے میں کامیاب ثابت ہوئے، یا ہماری توقع کے باوجود صحیح نتائج حاصل نہ کرسکے۔ تحریکات کی حیات کا انحصار نئے خون اور نئے ولولے، نئے زاویے، نئے طریقے تلاش کرنے والے ذہنوں کے ساتھ ہے۔ بلاشبہہ حکمت جس چیز کا نام ہے وہ محض علم سے حاصل نہیں ہوسکتی، نہ صرف تجربے سے اور، نہ صرف عمر کی بزرگی سے۔ بعض نوعمر صحابہ کرامؓ خلفاے راشدین کی شوریٰ کے رکن تھے۔ بعد کے اَدوار میں بعض نے سندھ اور بعض نے اسپین اور چین پر یلغار کی، جب کہ ان کے بال سیاہ تھے۔ خود حضرت اسامہ بن زیدؓ کا فوج کی قیادت کرنا ایک سبق آموز مثال ہے۔ تحریک کو اپنی عوامی رابطے کی دعوتی مہم کے لیے ایسے نوجوانوں کو آگے بڑھانا ہوگا جو پاکستان کے ۶۶ فی صد نوجوانوں سے ان کی زبان میں بات کرسکیں۔ یہ ایک اہم اسٹرے ٹیجک معاملہ ہے اور اسے نظرانداز کرنا تحریک کے مستقبل کے لیے بہت خطرناک ہوسکتا ہے۔

۶- انفاق فی سبیل اللہ: عوامی تحریکات میں دُوردراز علاقوں بلکہ مقامی اجتماعات کے لیے جو بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے اور انتظامی اُمور میں جو مالی وسائل درکار ہوتے ہیں، نظریاتی تحریکات اس کے لیے ہمیشہ اپنے کارکنوں پر بھروسا کرتی ہیں اور وہ خود یا دوسروں کے تعاون سے وسائل پیدا کرتے ہیں۔ یہی درست طریقہ ہے لیکن اسے وسیع کیے بغیر آج کے دور کی ضروریات پوری نہیں کی جاسکتیں۔ اس بات کا احتساب کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہر کارکن نے مالی انفاق میں حصہ لیا اور اگر لیا تو کس حد تک۔ کیا وہ 'ہلکے اور بھاری' گھر سے نکلا، یا انتظار میں رہا کہ جس رب کے لیے کام کیا جا رہا ہے وہ خود سب کام کر کے اقتدار ہمارے حوالے کردے گا؟ کیا تمام ممکنہ قوتوں وقت، مال، صلاحیت کو لگا کر منزل کے حصول کی کوشش کی گئی یا ضابطے کی کارروائی کے طور پر

کام کیا گیا اور اُمید یہ کی گئی کہ ووٹر خود اپنا ووٹ لسٹ میں چیک کریں گے اور خود جا کر رائے کا استعمال کریں گے، جب کہ بہت سے اُمیدواروں نے ووٹرز کے لیے ہر مرحلہ خود آسان کر کے انھیں مدد فراہم کی۔

۷-**جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال:** اس بات کے بھی احتساب کی ضرورت ہے کہ ہم دین کی دعوت اور عوامی مہم میں کس حد تک برقی ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا، مثلاً فیس بک یا ٹویٹر یا دیگر ویب کے ذرائع کو استعمال کر سکے یا محض 'عرب بہار' کے خود بخود واقع ہو جانے کی اُمید پر قانع رہے۔ ہوسکتا ہے بعض حضرات کو یہ باتیں بعد از مرگ واویلا نظر آئیں لیکن میں سمجھتا ہوں تحریکات کسی ایک یا دو انتخابات میں نہ مستقلاً کامیاب ہوتی ہیں اور نہ مستقلاً ناکام۔ تحریکاتِ اسلامی کے لیے احتسابی عمل ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ہر مرحلے میں انھیں ہمت، حوصلہ اور اُمید سے روشناس کراتا ہے۔ تنقید ہمیشہ صحت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ قرآن کریم ہمیں یاد دہانی کراتا ہے کہ بعض باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں، جب کہ ان میں ہمارے لیے خیر ہوتا ہے اور بعض اچھی معلوم ہوتی ہیں، جب کہ ان میں شر ہوتا ہے۔

ان چند گزارشات کا مقصد صرف سورۂ حم السجدہ کی آیات کی روشنی میں یہ جائزہ لینا ہے کہ کس طرح تحریک ان افراد کو جو کل تک تحریک سے اختلاف کرتے تھے، آیندہ پانچ برسوں میں ایک جامع اور قابلِ عمل منصوبے کے ذریعے نہ صرف اپنا ہم خیال بلکہ اپنا جگری دوست بنا سکتی ہے۔ اس معاملے میں شیطان بے کار نہیں بیٹھتا۔ اگر ہم ۱۰ گھنٹے دن میں کام کرتے ہیں تو وہ دن رات کے ۲۴ گھنٹے اپنی شرانگیزی میں لگاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا کہ اللہ کی پناہ میں آیا جائے اور اس کے شر سے بچا جائے، اور اسی لیے کہا گیا کہ مخالف کی ضد، ہٹ دھرمی، تلخ کلامی، الزام تراشی کا جواب بھلائی سے دیا جائے۔ بُرائی کو بھلائی سے دُور کیا جائے تو وہی جو کل تک مخالف تھا، سرگرم کارکن بن سکتا ہے۔

رمضان میں جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھا اس کے تمام ماضی کے گناہ، بھول، غیرشعوری طور پر غلطی سب کو رب کریم معاف کر دیتا ہے۔ جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ قیام کیا اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ جس نے رمضان میں ایمان و احتساب

کے ساتھ رات کو قیام کیا اس کے نہ صرف ماضی بلکہ دو رمضانوں کے درمیان تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ اس ماہ کا ہرلمحہ مطالبہ کرتا ہے کہ اسے تعمیر سیرت، ضبطِ نفس، عوام الناس کی خدمت، ناداروں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے اور ملک وملّت میں عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے کی کوششوں میں صرف کیا جائے، تاکہ یہ مہینہ قیامت میں ہماری شفاعت اور گواہی دے کہ ہم نے اس کا حق ادا کردیا۔